قرآنِ کریم اور امنِ عالم

- امنِ عالم کیلئے قرآن کے اصولی و فروعی قوانین
- مسلمانوں کی مشکلات کا قرآنی حل
- خود اعتمادی، وحدتِ اسلامی، اتحاد اور اسلامی وفاق کی تشکیل، فنی اور معاشی امور، روحانی قوت، انسانی حقوق کی ادائیگی۔

از شیخ الحدیث حضرت علامہ شیخ التفسیر مولانا شمس الحق افغانی مدظلہٗ

تعلیماتِ قرآن | اعجازِ قرآن کے بعد اب تعلیمات میں سے صرف ان اصول قرآنی کو بیان کرتے ہیں جن پر امنِ عالم کا مدار ہے۔ آج جسقدر امن کی ضرورت ہے اس سے قبل کبھی انسان کو امن کی اتنی ضرورت پیش نہیں آئی جسکی وجہ یہ ہے کہ سائنسی آلاتِ حرب نے دنیا کو جہنم کدہ بنادیا ہے اور اس کی وجہ سے زمین پر انسان کا زندہ رہنا ناممکن ہوگیا ہے۔ انسان کیلئے امن سب سے مقدم اور اہم ضرورت ہے ــ کل انسانی نعمتیں امن کی تابع ہیں۔ اگر امن نہ ہو تمام ترقیات جو اب تک انسان نے کی ہیں وہ سب ہیچ اور عبث ہیں ترقیات اور نعمتیں انسان کی زندگی کے لئے ہیں جب خود زندگی خطرے میں ہو تو سب نعمتیں بیکار ہیں۔

سائنسی ترقی نے ہمیں امن سے محروم کردیا | موجودہ سائنسی ترقی کی بے راہ روی نے انسان کو بہت کچھ دیا لیکن اسکو امن سے محروم کردیا، اس لئے کہ جن آلاتِ حرب کو سائنس نے مہیا کیا ان کو استعمال کرنے والے انسان کو انسانی اقدار اور انسانی اخلاق اور انسانی فطرتِ صحیح سے محروم کیا، ایسے انسانوں کو مسلح کرنا ڈاکو کے مسلح کرنے سے زیادہ خطرناک ہے۔ اور ڈاکو کو مسلح کرنا انسانیت پر ظلم ہے۔ بقول حضرت رومیؒ ؎

بدگہر را علم و فن آموختن   دادن تیغ است بدست راہزن

جب سے جدید تہذیب رونما ہوئی دنیا بحیثیت مجموعی کسی وقت بھی انسانوں کے خون بہانے سے باقی نہیں رہی ــــ

۱ــ صرف گذشتہ ایک جنگِ عظیم کے نقصانات مغربی جرمنی کے ڈاکٹر از منسٹر کی

رپورٹ جو اقوام متحدہ کے حکم سے مرتب ہوئی ہے (مندرجہ انجام ۵ اپریل ۱۹۵۳ء) کے مطابق اس جنگ میں چھ کروڑ انسان مقتول اور مجروح ہوئے۔ پندرہ کروڑ انسانوں کے گھر جل کر خاک ہو گئے ڈھائی کروڑ انسان جلاوطن کئے گئے۔ (اقوام متحدہ کے کمیشن کی رپورٹ)

۲- ۳ دسمبر ۱۹۵۱ء میں پیرس اتحادی اسمبلی کے اندر چینی نمائندہ نے اعلان کیا کہ کمیونسٹ چین نے ڈیڑھ کروڑ زمینداروں کو پھانسی پر لٹکایا۔ (رپورٹ کمیونسٹ چین مندرجہ انجام ۵ دسمبر ۱۹۵۱ء)

۳- سٹالین نے کمیونزم کیلئے ۵ کروڑ مسلمانوں کا خون بہایا۔ (کوہستان ۱۳ نومبر ۱۹۶۰ء)

۴- سائنس دانوں کی عالمی کانفرنس بمقام پگواش امریکہ میں برطانوی سائنس دان سر رابرٹ واٹسن واٹ، بیولاجیکل وارفیئر نے کیمیائی جراثیمی بم ۸ اونس (تقریباً تین چھٹانک) پیش کر کے اعلان کیا کہ یہ بم پوری کرۂ ارضی کی تباہی کیلئے کافی ہے جسکو ایک چھوٹی حکومت بھی بنا سکتی ہے۔ (مقالہ افتتاحیہ توان ۵ ستمبر ۱۹۵۹ء)

یہ تو ماضی کی داستان ہے مستقبل میں اسلحہ کی تیاری کی جو دوڑ جاری ہے اور میزائل اور ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کے جو ذخائر جمع کئے گئے ہیں وہ موجودہ دنیا جیسی بیسوں دنیاؤں کو تباہ کرنے کیلئے کافی ہے۔ ایسی جنگ، ہمیشہ ظلم کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور ظلم روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ منافقت کو کمال سمجھا گیا اس لئے مصالحت کا کوئی معاہدہ کارآمد نہیں ہو سکتا کہ جنگ کو اس کے ذریعہ روکا جا سکے۔

اب تعلیمات قرآن کے سلسلہ میں اہم ترین چیز یعنی بین الاقوامی امن کے متعلق ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ قرآن اس کے متعلق کیا حل پیش کرتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کے تمام مطالب پیغام امن ہیں۔ اور اسکی ہر تعلیم میں عالمی امن جلوہ گر ہے۔ لیکن اختصار کے پیش نظر ہم صرف سورۂ حجرات کی ایک آیت اور اسکی تشریح پر اکتفا کرتے ہیں۔ جس سے بخوبی ظاہر ہوگا کہ قرآن نے کس خوبی کیساتھ عالمی امن کا عقدہ حل فرمایا۔

قرآن کی تعلیمات عامہ امن کی بنیاد ہے | جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ پورے قرآن اور مکمل دین اسلام کا پیغام امن ہے۔ یہ بات تفصیلات بیان کئے بغیر صرف دو چیزوں سے واضح ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ قرآن جس دین کی دعوت دیتا ہے، اس کے دو نام ہیں۔ ایمان اور اسلام یہ دونوں الفاظ امن وسلام سے ماخوذ ہیں جو ان دونوں کا مجرد ہے اور ہر لقبی نام اپنے مسمی کو واضح کرتا ہے۔ جیسے مفرح یاقوتی لقبی نام ہے جو اس امر کو واضح کرتا ہے کہ اس نام کی مرکب دوا کا

مقصد تفریح قلب اور دل کو قوت و فرحت عطا کرتا ہے۔ اسی طرح ایمان و اسلام جن امور کا مجموعہ ہے۔ ان سب سے مقصود امن ہے۔ زندگی کے تمام ادوار میں خواہ دنیا ہو یا قبر و برزخ اور آخرت یعنی یہ دین انسانی زندگی کے تمام مراحل و منازل میں امن و سلامتی عطا کرتا ہے۔ گویا ایمان اور امن لازم ملزوم ہیں۔ سورۃ انعام کی آیت ہے:

الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون۔	جو لوگ ایمان لائے اور اس کے ساتھ شرک کو نہیں ملایا ان کو امن اور ہدایت ضرور نصیب ہوں گے

یہ آیت ایمان کا مقصد امن کو صاف ظاہر کرتی ہے۔

امن عالم اور قرآن کی تعلیم خاص اس عموم کے بعد سورۃ حجرات کی وہ خاص آیت یہ ہے:

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر۔	اے انسانی اقوام میں نے تم سب کو پیدا کیا ہے ایک باپ اور ماں سے پھر بنایا تم کو قومیں اور ذاتیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو تم میں سب سے زیادہ صاحب عزت و شرافت وہ ہیں

جو سب سے زیادہ قانونِ الٰہی پر چلنے والے ہوں۔ یقیناً اللہ تمہارے ظاہری حالات کا عالم اور باطنی ارادوں سے واقف ہے۔

تعلیمات قرآن کی صرف یہ ایک آیت ان تمام اصول کی جامع ہے، جن پر عمل پیرا ہو کر چند لمحات میں اقوام عالم حقیقی امن کو پا سکتی ہیں۔ اس آیت میں جن اصول کو بیان کیا گیا ہے۔ ان میں پہلی چیز لفظ ناس کی تعبیر سے امن کی دعوت دینا ہے۔ ناس عربی لفظ ہے جو انس الفت اور محبت کا معنی رکھتا ہے۔ عربی شعر ہے ؎

وما سمی الانسان الا لانسہ   وما القلب الا انہ یتقلب

انسان کو انسان انس اور الفت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ اور دل کو قلب اس لئے کہا جاتا ہے۔ جو حق کیطرف پلٹتا ہے۔

یعنی انسان کا فطری خاصہ الفت و محبت اور شفقت باہمی ہے اور قلب کا فطری خاصہ حق کو قبول کرنا اور اسکی طرف پلٹنا ہے۔ جو انسانی قوم دیگر انسانی اقوام کی رحمت و شفقت سے خالی ہو وہ انسان نہیں اور جو انسانی قلب حق کیطرف جھکے نہیں وہ انسانی قلب نہیں حیوانی قلب ہے۔ اس لفظ سے جو پہلا اصل اور اولین سبق حاصل ہوا وہ یہ ہے۔ کہ حقیقی انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں

سے محبت رکھے خواہ اسکی قوم اور ملک کا فرد ہو یا دیگر قوم یا ملک سے متعلق ہو کیونکہ سب قومیں اور سارے ملکوں کے باشندے انسانیت میں شریک ہیں۔

دوسرا اصل یہ معلوم ہوا کہ بین الافرادی یا بین الاقوامی یا بین الدولی معاملات میں انسانی قلب و ضمیر کا فطری تقاضا یہ ہے کہ وہ حق کی طرفداری کرے چاہے حق کمزور ہو اور اقلیت میں ہو اور معاملہ کا تصفیہ صرف انسانیت کی بنیاد پر اور انسانی محبت کے جذبے کے تحت ہو نہ کہ قومیت اور وطنیت یا سیاسی مفاد یا جتھ بندی کی بنیاد پر۔

تیسرا اصل وحدت بشریہ کا اصول ہے کہ پوری انسانیت وسیع النظری کے تحت ایک ہی وحدت ہے۔ جو ناقابلِ تقسیم ہے۔ قومیت، وطنیت، لونیت، لسانیت یعنی قوم، جغرافیہ، وطن، رنگ یا زبان کی دیواریں اس وحدت میں حائل نہیں ہونی چاہئیں۔ اور یہ چاروں امور وحدتِ بشری کو ٹکڑے کرنے کیلئے نہیں تاکہ ان تفریقات کے ذریعہ انسان کو انسان کا دشمن بنایا جائے۔ بلکہ

رنگ ونسل کی تفریق میں حکمت ہر ایک میں قدرت نے جدا جدا حکمتیں رکھی ہیں، اس سے کسی قوم کے کمال یا برتری کا ظہور مقصود نہیں۔ انسان فاعل مختار ہے۔ اور فاعل مختار خواہ فرد ہو یا قوم اسکی برتری اور کمال اور خوبی کا دار و مدار اس کے اپنے افعال سے ہوگا نہ کسی اور کے فعل سے کسی فرد کا خاص قوم یا جغرافی علاقے میں پیدا ہونا اس کا اپنا فعل نہیں، بلکہ خالق کائنات کا فعل ہے۔ کہ اس نے اس کو خاص قوم اور خاص خطۂ زمین میں پیدا کیا۔ اسی طرح کسی خاص رنگ مثلاً سفید یا خاص زبان کا عطا کرنا فعل خداوندی ہے۔ ان چیزوں پر نہ کسی فرد کو اور نہ کسی قوم کو یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ اپنے کو برتر اور دوسروں کو ذلیل سمجھے اور وحدتِ انسانی کو پارہ پارہ کر کے خدا کی زمین کو انسانوں کیلئے جہنم بنادے۔ قوموں کا تعدد جیسے کہ اس آیت میں بیان ہوا تعارف کیلئے ہے کہ قومیتوں کے ذریعہ ایک دوسرے کی پہچان ہو اور ادا حقوق ہو —— روح المعانی میں تعارفوا کے بعد ذکر ہے ولتوادوا۔ تاکہ اس پہچان کے ذریعہ ایک دوسرے سے محبت کرو یہ نہیں کہ اس تعارف کے ذریعہ ایک دوسرے کیساتھ لڑو۔ دنیا میں عام قاعدہ ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان تعارف دوستی اور محبت بڑھانے کیلئے ہوتا ہے نہ کہ جنگ اور قتال کیلئے لڑنے کیلئے تعارف کی ضرورت نہیں اور اگر خواہ مخواہ قومیت کو پیشِ نظر رکھنا ہے تو تمام انسانوں کی قومیت ایک ہے سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، یعنی آدم و حوا علیہ السلام کے۔

بشری وحدت کے اسباب اس آیت میں وحدتِ انسانی کے مختلف اسباب بیان کئے

گئے ہیں۔ ۱۔ انسانیت کی وحدت ، ۲۔ خالق کی وحدت یعنی خالق کائنات کے ایک ہی کارخانۂ تخلیق میں تم سب بنے ہو۔ ۳۔ نسلی وحدت یعنی ایک ماں باپ کی اولاد ہو۔

ارشاد ہے : یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا۔ یعنی قومی اور قبائلی تقسیم قتال و جدال کے لئے نہیں تعارف اور محبت باہمی کیلئے ہے۔
یہی وہ اعلان ہے جس نے تمام اقوام عالم کو ایک خاندان قرار دیا اور سب کا وطن بھی درحقیقت ایک ہی قرار دیا گیا یعنی کرۂ زمین۔

ولکم فی الارض مستقر و	تم سب اقوام کیلئے خدا کی زمین وطن اور قرارگاہ
متاع الی حین۔	ہے۔ اور سب کیلئے اس میں سے مقررہ وقت
...	تک زمین سے فائدہ اٹھانا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی وحدت کی مزید تشریح فرمائی۔ ارشاد فرمایا کہ :

الناس عیال اللہ فاحسن الناس	تمام قومیں اور سارے انسان خدا کا کنبہ ہے
من احسن الی عیالہ۔	سب لوگوں میں بہتر وہ ہے جو اللہ کے کنبے
...	سے بھلائی کرے۔

حدیث ہے :

لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی	عربی کو غیر عربی پر برتری نہیں اور غیر عربی کو عربی
علی عربی ولا للاحمر علی الاسود	پر برتری نہیں۔ گورے کو کالے پر نہیں اور
ولا لاسود علی الاحمر۔	کالے کو گورے پر نہیں۔

یہ انسانی حقوق کی وہ دستاویز ہے کہ اس کا اعلان سب سے پہلے قرآن اور صاحب قرآن نے کیا اور اسقدر ترقی اور دعوٰی مساوات کے باوجود تہذیب جدید کی تعلیم یافتہ قومیں اب تک ان انسانی حقوق کی عطا کردگی کی راہ میں عملاً حائل ہیں۔ مرکز تہذیب جدید امریکہ میں کالے لوگوں کے ساتھ جانور سے بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔ یورپ کی قومیں ایشیا اور افریقہ کے باشندوں کو انسان نہیں سمجھتیں نہ ان کے خون بہانے اور حقوق غصب کرنے کو جرم سمجھتی ہیں۔ بھارت میں غیر ہندو ملیچھ اور ناپاک سمجھے جاتے ہیں اور ہندوؤں میں بھی شودر کو انسان نہیں سمجھا جاتا۔ بھارت میں جانوروں کو زندگی کے جو حقوق حاصل ہیں وہ غیر ہندوؤں خاص کر مسلمانوں کو حاصل نہیں۔ مسلمانوں کا خون بے دریغ بہایا جاتا ہے۔ اور روزانہ اخبارات میں ان کے قتل و غارت کے واقعات آتے

رہتے ہیں۔ لیکن بدترین حیوانات یعنی کتوں تک کی خونریزی کا واقعہ سننے میں نہیں آتا ہے۔ کیا یہ انسانی تہذیب ہے۔؟

نسل و قومیت اور وطنیت کا بت | اس صدی میں تہذیب جدید کے نام سے جسقدر لڑائیاں ہوئیں یا آئندہ ہوں گی وہ سب نام نہاد قومیت اور وطنیت کے بت کی کارفرمائی ہے۔ کوریا اور ویٹ نام پر مہذب امریکہ کے ہاتھوں کئی ہزار میل دور سے جو مظالم ڈھائے گئے اور بیشمار بچے عورتیں اور عام شہری تباہ کئے گئے، یہ کیوں۔؟ صرف اس لئے کہ امریکی قوم اور امریکہ نام کے ملک کی برتری قائم ہو گیا امریکی قوم اپنے ملک والوں اور اپنی قوم کیساتھ یہ برتاؤ جائز رکھ سکتی ہے۔

امریکہ اور برطانیہ نے یہود کو مسلح کر کے ان سے عربوں پر حملہ کرایا اور ہزاروں عربوں کو قتل کرایا اور لاکھوں کو اپنے گھروں اور جائدادوں سے محروم کرایا اور خود اسرائیل کا وجود جس کے لئے امریکہ برطانیہ نے اپنے ملکوں میں سے چن چن کر یہود کو لاکر آباد کرایا۔ حالانکہ امریکہ میں کافی وسیع رقبہ موجود تھا اور نہ صرف عرب باشندوں کو ملک سے نکال کر وہاں یہود کو بسایا بلکہ ان کی حکومت بنائی اور اسکو قوی اور مسلح کیا تاکہ پورے عرب کیلئے وہ ناسور بنی رہے۔ کیا امریکہ اور برطانیہ اپنی قوم اور اپنے ملک کے ساتھ ایسا طرز عمل کر سکتے ہیں، ہرگز نہیں، یہ محض اس لئے کیا کہ ان دونوں نے اپنی قوم کا مفاد عرب کو تباہ کرنے اور یہود کی حکومت بنانے میں مضمر سمجھا، اسی قومی حقیر مفاد نے انکو پوری عرب قوم کو تباہ کرنے پر آمادہ کیا۔

انڈونیشیا میں امریکہ نے خانہ جنگی کرائی جس میں دس لاکھ مسلمان قتل ہوئے یہ صرف اس لئے کہ امریکہ کا قومی مفاد اسی میں تھا کہ سکارنو کی حکومت ان کے مزاج کے مطابق نہ تھی۔

ماہ ستمبر میں بھارت سے پاکستان پر حملہ کرایا گیا تاکہ پاکستان ختم ہو جسکا جرم صرف یہ تھا کہ اس نے اپنی بقاء کیلئے غیر جانبدار پالیسی اختیار کی اور سب پڑوسی حکومتوں کیساتھ جن میں چین بھی شامل ہے، دوستانہ تعلقات رکھے۔ پھر عجیب یہ کہ ان تمام مظالم اور جارحیتوں کے خلاف کسی بڑی حکومت نے ناراضگی کا اظہار تک نہیں کیا بلکہ اقوام متحدہ میں مذمت کے متعلق بحیثیت مجموعی ایک لفظ بھی نہ کہا گیا جو عالمی انصاف کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوا کہ تہذیب جدید نے انسانیت کا خاتمہ کر دیا ہے اور اقوام متحدہ کے ارکان میں یہ جرأت بھی نہیں کہ وہ ظلم کو ظلم اور برے کو برا کہہ سکے۔ یہ ہے لادین مادی تہذیب کی اخلاقی موت ——

تفوق انسانی مقصد تخلیق یعنی تقویٰ سے وابستہ ہے | مذکورہ آیت میں ان اکرمکم عند اللہ

اتقاکم کہہ کر قرآن نے انسان کی اصلی شرافت وکرامت کا معیار پیش کیا کہ وہ تقویٰ اور خالق کائنات کے قانون عادلانہ کی تابعداری ہے۔ یہی تقویٰ اور اطاعت خداوندی انسان کی تخلیق کا مقصد ہے اور مقصدیت سے ہر شئے کی قیمت کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ گائے کی تخلیق کا مقصد دودھ دینا ہے۔ لہٰذا وہی گائے قیمتی ہے جو زیادہ سے زیادہ دودھ دے۔ گھوڑے کی تخلیق کا مقصد تیز رفتاری ہے۔ جو گھوڑا تیز رفتار نہ ہو یا جو گائے دودھ نہ دے اسکی کوئی قیمت نہیں۔ اس طرح جو انسان مقصدِ تخلیق کو پورہ نہ کرے وہ بے قیمت ہے۔ خواہ کسی نسل اور قوم کا ہو اور خواہ کسی یورپ اور امریکہ کا باشندہ ہو یا افریقہ اور ایشیا کا، خواہ سفید رنگ ہو یا سیاہ فام۔ خواہ انگریزی بولتا ہو یا حبشی زبان۔ بدامنی کا بڑا سبب مقصدِ تخلیق یعنی تقویٰ کی فراموشی ہے۔

استحضار مسئولیت | بدامنی کا بڑا سبب یہ ہے کہ موجودہ تہذیب نے اخلاقی اقدار کو ختم کرکے انسان کو حیوانات کیطرح غیر مسئول بنادیا اور کسی قوم یا فرد کے ذہن میں تصور نہیں کہ کارخانہ عالم کا ایک مالک قادر مطلق موجود ہے۔ اور پوری کائنات اور تمام اقوامِ عالم اسکی رعیت ہے۔ لہٰذا اگر کسی پر کسی قسم کا ظلم کیا گیا تو ضرور اسکی بازپرس ہوگی، اور جواب دہی کی جائیگی اسی جذبۂ مسئولیت پیدا کرنے کیلئے ارشاد ہوا کہ ان اللّٰہ علیم خبیر۔ کہ خدا ہر قوم اور فرد کے ظاہری حالات کا عالم اور باطنی اور پوشیدہ ارادات سے واقف ہے جو سب کچھ اس نے کیا وہ علم الٰہی میں ہونے کے علاوہ اس کے فرد اعمال اور ریکارڈ میں بھی درج ہو کر احکم الحاکمین کے آگے پیش ہوگا۔ جس کے قانونِ سزا سے کوئی بچانے والا نہیں۔ اب ہم امنِ عالم کے لئے قرآنی ہدایات ذرا تفصیل سے لکھتے ہیں۔ اور قرآن کے قوانین امن کے قرآنی ماخذ بھی لکھتے ہیں جو ترتیب وار حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ انسانیت کی روح محبت انسان کو نصب العین بناؤ۔ ماخذ یاایہا الناس۔

۲۔ وحدتِ انسانیت کا تصور بلحاظ وحدت خالق و وحدت اصل انسانی و وحدت وطنِ اصلی۔ ماخذ اناخلقناکم من ذکر وانثیٰ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الیٰ حین۔

۳۔ قومی اور قبائلی رشتوں کو مدار شرافت اور معیار تفوق مت بناؤ بلکہ ذریعہ تعارف ومحبت بناؤ۔ ماخذ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔

۴۔ انسان کی قیمت اور شرافت کی بنیاد تقویٰ اور اطاعت احکام خالقِ کائنات ہے۔ ماخذ ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم۔

۵- انسان ہر فعل و عمل میں خالقِ کائنات کے آگے اپنے کو جوابدہ سمجھے اور مکافاتِ عمل اور قانونِ مجازات سے غافل نہ ہو۔ ماخذ۔ ان اللّٰہ علیم خبیر، فلا تحسبن اللّٰہ غافلاً عما یعمل الظالمون۔ وضرب اللّٰہ مثلاً قریۃ کانت آمنۃً مطمئنۃً یاتیھا رزقھا رغداً من کل مکان فکفرت بانعم اللّٰہ فاذاقھا اللّٰہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون (نحل ج ۱۴) ترجمہ :۔ "اللہ جل جلالہ کو ظالموں کے اعمال سے غافل مت سمجھو۔ اللہ مثال بیان کرتا ہے ایک بستی کی جو تھی چین اور امن سے چلی آتی تھی ان کو روزی فراغت کی ہر جگہ سے پھر چکھایا اللہ نے کہ ان کے تن کے کپڑے ہو گئے بھوک اور ڈر بدلہ اسکا جو وہ کرتے تھے۔"

یہی سزا اس دنیا میں ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اس خدا فراموش تہذیب کے دلدادگان کی کہ ہر وقت میں ایٹمی جنگ کے خوف سے کانپتے رہتے ہیں۔ بھوک کا یہ حال ہے کہ اقوام متحدہ کی سماجی رپورٹ مندرجہ انجام کراچی کے مطابق اس وقت دنیا کی نصف آبادی بھوک اور بیماری میں مبتلا ہے (انجام ۱۰ر مئی ۱۹۵۳ء)

یہ خدا کی نعمتوں کی ناشکری کی سزا کہ خدا کا دیا ہوا مال شیطانی مصارف میں صرف کر رہے ہیں جسکی دلیل مندرجہ ذیل واقعات ہیں :۔

۱- امریکہ نے جنگ کی تیاری میں ۱۹۵۱ء میں نوے کھرب ڈالر خرچ کرنے کا اعلان کیا۔ (کوثر ۵ر اپریل ۱۹۵۲ء) اور اب تو اس خرچ میں بہت اضافہ ہوا ہے۔

۲- انگلستان سالانہ شراب پینے پر ۴ ارب ۴، کروڑ روپے خرچ کرتا ہے۔ (سچ ۳ر مئی ۵۴ء) اب یہ خرچ کئی گنا بڑھ گیا ہے۔

۳- امریکہ اور چند دیگر ریاستیں سالانہ سگرٹ نوشی پر پچاس ارب ۵۲ کروڑ پچاس لاکھ روپے خرچ کرتا ہے۔ (انجام ۱۰ر فروری ۱۹۵۵ء)

۴- یورپی دنیا تیس ارب ڈالر سالانہ جوا بازی کی نذر کر دیتی ہے۔ (کوہستان ۲۰ر دسمبر ۱۹۵۸ء)

۵- امریکہ سالانہ شراب نوشی پر ۱۹ ارب نوے کروڑ ڈالر خرچ کرتا ہے۔ (امریکی رپورٹ پاسبان کوئٹہ ۳ر ستمبر ۱۹۵۸ء)

۶- ملکہ الزبتھ ۳۹ واں کی تاجپوشی کے صرف ایک موقعہ پر ۴۳ کروڑ روپے کی شراب پلائی گئی۔ (رپورٹ مندرجہ امروز ۳ر جون ۱۹۵۳ء)

۷- امریکہ کتوں کی تفریح پر ۵۲ کروڑ اور ان کے کمبلوں پر ڈیڑھ کروڑ ڈالر سالانہ خرچ کرتا ہے (نقاد لاہور ۱۹۵۳ء)

عالمی امن کیلئے فروعی قوانین | جنگ کا اصلی سبب ظلم ہے۔ اگر ہر قوت اپنی حدود کے اندر ہے۔ اور کسی طاقتور کیطرف سے کمزور پر ظلم نہ ہو تو جنگ کی نوبت نہیں آتی۔ اس لیے موجودہ جنگ اور ظلم لازم وملزوم ہے اور امن وعدل لازم وملزوم ہے۔ اس لیئے اسلام نے سب سے پہلے ظلم کا دروازہ بند کرنے کیلئے قوانین عطا فرمائے۔

بندش ظلم | ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی الظالمین۔ ظالموں کیلئے دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے والظالمین اعدلھم عذابا الیما۔ ایسی دیگر آیات بھی ہیں جن سے انسان کے دماغ میں ظلم کی قباحت راسخ کرنا مقصود ہے تاکہ کوئی ظالمانہ فعل کیطرف اقدام نہ کر سکے۔ پھر اگر کسی ظالم فرد یا جماعت کیطرف سے ظلم واقع ہو تو اس کے ازالہ کیلئے قرآن نے بے لاگ قانون عدل کے احکام دیئے ازالۂ ظلم کیلئے سب سے پہلی چیز ظلم کو ظلم کہنا اور اسکو ظلم ثابت کرنا ضروری ہے اور یہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ انسان کے اندر جذبۂ حق گوئی کو ابھارا جائے تاکہ اثبات ظلم کیلئے وہ سچی شہادت دے سکے اس لیئے قرآن نے شہادت حق کا حکم دیا۔

شہادت حق واقامۃ عدل | ولا تکتموا الشھادۃ ومن یکتمھا فانہ آثم قلبہ" اور سچی شہادت اور اظہار حق کو مت چھپاؤ جس نے ایسا کیا تو اسکی صرف زبان نہیں بلکہ دل نے بھی جرم کا ارتکاب کیا۔" ——— آج اقوام متحدہ میں ظلم کا ازالہ اس لیئے نہیں ہوتا کہ بڑی بڑی حکومتیں شہادت حق چھپاتی ہیں اور کسی کو جرأت نہیں ہوتی کہ اسرائیل کے حملے یا بھارت کے حملے کو جارحیت کہے کیونکہ سیاسی مصالح حق گوئی کی اجازت نہیں دیتے۔

چونکہ سیاسی مصالح یا قومیت کی رعایت یا جتھہ بندی کا لحاظ رکھنا شہادت حق کا مانع ہوتا ہے۔ اس لیئے قرآن نے مصلحت عامہ کے پیش نظر ذاتی یا قومی اغراض کے برخلاف شہادت حق دینے پر زور دیا کیونکہ ان اغراض اور مفادات کی وجہ سے اگر شہادت حق معطل ہو جائے، تو عدل وانصاف عالم کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لہٰذا فرمایا:

تعلقات مانع شہادت حق نہ ہونا چاہیئے | یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بھما فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا وان تلووا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا۔ (النساء)

"اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کیطرف کی اگرچہ نقصان ہو تمہارا یا ماں باپ

کا یا قرابت والوں کا اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج تو اللہ ان کا خیرخواہ تم سے زیادہ ہے ۔ سو تم پیروی نہ کرو خواہش کی انصاف کرنے میں ۔ اگر تم گول مول بات کرو یا ادھوری بات تو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے "

صحیح انصاف کیلئے جسطرح سچی شہادت کی ضرورت ہے اسیطرح صحیح اور با انصاف فیصلے کی بھی ضرورت ہے ۔ جو فیصلہ کنندہ حاکم سے متعلق ہے ۔ اس لیئے شہادت کے قانون کے بعد قرآن نے حکام کو ہدایت کی کہ :۔

عدالت کو حکم | واذا حکمتم بین الناس فاحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہ ان اللہ کان بما تعملون خبیرا ۔ " جب تم حکم کرو لوگوں کو تو انصاف کے ساتھ حکم کرو اللہ تم کو اس اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے ۔ اور اللہ تمہارے عمل سے واقف ہے "

کبھی حاکم عدالت کو ایک فریق سے عداوت اور دشمنی ہوتی ہے جس سے انصاف کا خطرہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے ۔ لہذا دوسرا حکم قرآن نے یہ دیا کہ :۔

انصاف عداوت سے متاثر نہ ہو | ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون (مائدہ) ۔ " اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو نہ چھوڑو عدل کرو یہ بات زیادہ قریب ہے تقوٰی سے اور اللہ سے ڈرو اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرتے ہو "

انصاف کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ناحق کی طرفداری اور ظالم کی امداد بھی ہے جس کے متعلق قرآن نے تمام معاملات انفرادی اور اجتماعی میں ایک عام ضابطہ بتایا کہ :۔

حق میں تعاون اور باطل میں عدم تعاون | وتعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب ۔ " اور ایک دوسرے کی امداد کرو نیک کام اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے "

آج اگر بڑی طاقتیں اور اقوام متحدہ کے ارکان اس اصول پر عمل کریں کہ حق میں تعاون کریں اور باطل میں ترک تعاون تو دنیا سے ظلم کا خاتمہ ہو سکتا ہے ۔ لیکن مادی تہذیب میں اسکی گنجائش کہاں مادہ پرستوں کو مادی اغراض نے پاگل بنا دیا ہے ۔ اور ان میں حق و باطل کا احساس اور خیر و شر کے امتیاز کا شعور باقی نہیں رہا اور انصاف کی روشنی سے وہ محروم ہو گئے ہیں ۔ تمام عالمی مظالم

انکی اب کج دماغی اور مادی جنون کی خرمائی کا نتیجہ ہیں۔

مسلمان عالمی مظالم کا شکار ہیں | اس دور جدید میں عالمی مظالم کی جو قوم سب سے زیادہ شکار ہے وہ مسلمان قوم ہے۔ باطل کی تمام قوتیں ان کی ذہنی سیاسی اخلاقی دینی تباہی میں مصروف عمل ہیں، اور وہ ہر لمحہ ان کے فتنوں کے شکار ہیں گویا پوری دنیا آکل و ماکول میں تقسیم ہے؛ مسلمان ماکول اور باقی قومیں آکل ہیں، گویا مسلمان باطل اقوام کے لئے غذا و خوراک بن گئے ہیں، جیسے حدیث میں آیا ہے: ستداعی بکم الامم کما تداعی الاکلۃ الی قصعتہا۔" دیگر امتیں مل کر تم کو اسطرح کھانے لگیں گی جیسے کھانے والے کاسے اور رکابی کا طعام کھائیں۔"

صحابہؓ نے پوچھا کیا ہماری تعداد کم ہوگی جو دیگر قومیں ہمیں کھانا سمجھ لیں گی۔؟ فرمایا نہیں تم تعداد میں زیادہ ہوگے، لیکن غثاء کغثاء السیل، تم کمزوری کی وجہ سے سیلاب کی جھاگ کیطرح ہوگے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یہ کمزوری کیوں ہوگی، فرمایا مال کی محبت اور موت کو مکروہ جاننے کی وجہ سے۔

مسلمانوں کی مشکلات کا قرآنی حل | اب ہم مسلمانوں کی مشکلات کا حل تعلیمات قرآن سے پیش کرتے ہیں:۔

۱۔ سب سے پہلی چیز خود اعتمادی ہے یعنی اپنے سہارے جینا اور غیر مسلم اقوام کے سہارے پر اعتماد نہ کرنا تاکہ احساس کمتری کا خاتمہ ہو اور احساس برتری پیدا ہو کہ جوش عمل کی تحریک پیدا کر دے احساس برتری کیلئے قرآن کا ارشاد ہے: کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔ "تم سب امتوں سے بہتر ہو جو تمام لوگوں کے فائدے کیلئے ظاہر ہوئے جو نیکی کو پھیلانے اور بدی کو مٹانے والے ہو" ۔ لایتخذ المومنین الکافرین اولیاء من دون المومنین۔ مومنوں کو چاہئے کہ قابل اعتماد دوست نہ سمجھیں کفار کو مومنوں کے بغیر۔ مسلمانوں کو سب سے بڑا نقصان اس سے پہنچا کہ انہوں نے کفار کے کہنے پر اعتماد کیا اور اپنی صلاحیتوں کو کام میں نہ لاتے ہوئے غیر مسلموں کی امداد پر اپنی زندگی کو منحصر سمجھا جسکی وجہ سے وہ اغیار کے ہاتھوں کھلونا بن گئے اور ان کا ملی وقار خاک میں مل گیا۔

۲۔ اتحاد ـــ وحدت صفت خداوندی ہے، جس قوم میں اس وصف کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ زندہ اور طاقتور قوم بن جاتی ہے اور انتشار موت ہے، جسکی وجہ سے قوم زندہ درگور ہو جاتی ہے، لیکن اتحاد کیلئے ما بہ الاتحاد یعنی ذریعہ اتحاد کی ضرورت ہے اور ذریعہ اتحاد ایسا ہو

کہ وہ مسلمانوں میں وحدت فکر اور وحدت عمل پیدا کرے ورنہ زبانی قولی اتحاد کی کوئی قیمت نہیں۔ مسلمانوں کے لئے ذریعہ اتحاد صرف دین اور قرآن ہے۔ قرآن نے جہاں مسلمانوں کو متحد ہونے کا حکم دیا تو اسی ذریعہ اتحاد کو مضبوط پکڑنے پر زور دیا اور فرمایا: واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ قرآن اور اسلام کی رسی کو مضبوط پکڑو سب مل کر اور فرقے مت بناؤ۔

مسلمان قوم مراکش سے چین تک پھیلی ہوئی ہے، اس لئے یہ فطری امر ہے کہ ان کا اتحاد نہ نسل سے ممکن ہے نہ وطن سے نہ زبان سے نہ رنگ سے اور نہ رسم و رواج سے کہ یہ سب چیزیں ان میں مختلف ہیں صرف دین ہی واحد ذریعہ ہے جو ان کو متحد کر سکتا ہے۔ مغربی اقوام نے مسلمانوں کو منتشر اور کمزور کرنے کیلئے ان کو قومی اور لسانی تعصب کا سبق سکھایا تاکہ یہ کمزور ہو کر اغیار کیلئے لقمہ خوراک بن جائے۔ اقبالؒ نے صحیح کہا ؎

قوم مذہب سے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں

؎ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے ۔۔۔ ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر

ربط و ضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر

قرآن نے نہ صرف وحدت مسلم پر زور دیا بلکہ اس کو اخوت کے رشتے میں جکڑ دیا تاکہ وہ انتشار سے محفوظ رہ کر ایک طاقتور ملت بن کر عالمی اصلاح اور اقوام عالم کی قیادت سنبھال سکے فرمایا:

۳۔ اخوتِ اسلامی | انما المؤمنون اخوۃ۔ کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں اور اخوت کا رشتہ ایسا ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں، اور اگر کبھی اس میں رخنہ پڑ جائے تو صلح یا قتال کے ذریعہ اسکو درست کرلو۔ فاصلحوا بین اخویکم فان بغت احدٰہما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیئ الی امر اللہ۔ "یعنی صلح کے ذریعہ مسلمانوں کی خانہ جنگی ختم کردو اور اگر ایک گروہ زیادتی کرتا ہو کہ حق قبول کرنے کیلئے تیار نہ ہوتا ہو تو سب مل کر اس کے ساتھ اس وقت تک لڑو کہ حق قبول کر کے اسلامی برادری میں خلل اندازی چھوڑ دے۔"

اس فرمانِ الٰہی سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا اتحاد اور اخوت کس قدر ضروری اور اس رشتہ کو توڑنے والا کتنا بڑا مجرم ہے کہ ان سے قتال تک جائز ہے۔ حضور علیہ السلام نے ملت اسلامی کے تمام افراد کو شخص واحد کے اعضاء قرار دیا: المسلمون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ۔

"تمام مسلمان ایک شخص واحد کیطرح ہیں جسکی اگر آنکھ بیمار ہو تو سارا بدن بیمار ہوتا ہے"۔

تمام مسلمان آپس میں بھائی ہوں جیسے قرآن کا ارشاد ہے یا ایک شخص کے اعضاء ہوں دونوں صورتوں میں ان میں باہمی جنگ و جدال سخت نامعقول ہے کیونکہ نہ بھائی بھائی سے لڑتا ہے نہ کوئی عضو دوسرے عضو سے بلکہ سب کا سکھ اور دکھ ایک ہے اور اسی میں مسلمانوں کی زندگی کا راز مضمر ہے اگر کوئی عضو بدن سے الگ ہو کر زندہ نہیں رہ سکتا تو آج مسلمانوں کی چالیس سے زیادہ حکومتیں ایک دوسری سے الگ ہو کر زندہ نہیں رہ سکتیں۔ اب یہ سوال کہ کیا مسلمان کا اتحاد ممکن ہے اور اگر ہے تو اسکی کیا شکل ہوگی، ہم بیان کرتے ہیں۔

اتحادِ اسلامی کی تشکیل | مسلمانوں کے اتحاد میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں، بشرطیکہ غیر مسلم اقوام کے ورغلانے میں نہ آئیں اور ان کے فریب اور دھوکہ سے بچیں اور ان پر اعتماد نہ کریں۔ جیسے کہ اصول نمبر ا میں قرآن نے حکم دیا۔ اصول سوم کے تحت آپس میں اخوت کا عقیدہ پختہ کرلیں تاکہ وہ دکھ اور سکھ میں ایک دوسرے کے شریک ہوسکیں اس کے بعد یہ دیکھا جائے کہ جب امریکہ کی تقریباً پچاس ریاستیں اور روس کی تقریباً بائیس ریاستیں ایک وفاق بن سکتی ہیں اور برطانیہ کی دولتِ مشترکہ میں مختلف حکومتیں ایک نظام میں داخل ہوسکتی ہیں جن میں نہ مذہب کا اتحاد ہے نہ فکر و عمل کا نہ ثقافت کا تو مسلمانوں کی مختلف حکومتیں اور ریاستیں جنکا مذہب ایک، فکر و عمل ایک، ثقافت ایک ہے وہ ایک وفاق میں کیونکر متشکل نہیں ہوسکتے۔ اور جب قرآن نے ان سب کو بھائی کہا اور حدیث نے ان کو ایک جسدِ ملت کے اعضاء قرار دیا تو انکی وحدت کیونکر غیر ممکن ہوسکتی ہے۔

اسلامی وفاق اور باہمی تعاون کی صورتیں | مسلمانوں کی مختلف حکومتیں جس شکل میں ہیں ان کو اسی طرح رہنے دیا جائے خواہ جمہوریت ہو یا شاہیت اور ان میں کوئی مداخلت نہ کی جائے، البتہ ان امور تعاونوا بالبر والتقوی کے تحت تعاون قائم کیا جائے اور اسی تعاون کی بنیاد پر وہ اسلامی وفاق کے اعضاء اور ارکان بن جائیں۔ تعاون کی صورتیں یہ ہیں:-

۱۔ خارجہ پالیسی سب کی ایک ہو۔ ایک کا دوست سب کا دوست اور ایک کا دشمن سب کا دشمن ہو یہاں تک کہ اقوام متحدہ میں بھی سب کی آواز ایک ہو۔

۲۔ دفاع میں باہمی تعاون ہو۔ اور مشترک سرمایہ سے مناسب مقام میں اسلحہ ساز کارخانے کھولے جائیں ــــــ

۳۔ نصابِ تعلیم سب کا ایک ہو اور دینی تعلیم داخل نصاب ہو اور فنی اور علمی اور دینی ماہرین کے

درمیان باہمی تبادلہ ہو اور اس کے ساتھ تعلیمی وفود کا بھی تبادلہ ہو۔ جدید تصنیفات جن میں دینی روح کا غالب عنصر موجود ہو باہمی مشورے سے مرتب کئے جائیں اور مشترک طور پہ اسلامی تحریر الہجلسی قائم کریں تاکہ آپس میں غلط فہمی سے بچے رہیں۔

۳۔ عدالتی قانون سب کا ایک ہو جو اسلامی روح پر مشتمل ہونے کی وجہ سے غیر مسلم اقوام سے ممتاز ہو۔

۴۔ سب کا ایک مشترک بنک ہو تاکہ غیر ممالک میں جو مسلمانوں کا سرمایہ ہے وہ اس میں منتقل کیا جاسکے، اور وہ مسلمانوں کے مفاد میں استعمال ہو مسلمانوں کے خلاف استعمال نہ ہو۔

۵۔ اسلامی وفاق میں اشیاء ضرورت کا باہمی تبادلہ ہو اور بغیر شدید ضرورت کے صرف تجارت باہمی پر زور دیا جائے۔

۶۔ مشترک فوجی تعاون کے سلسلے میں قرآن کے فرمان کے مطابق بحری بری اور ہوائی مشق اور ٹریننگ کو زیادہ سے زیادہ موثر بنایا جائے تاکہ اعداد قوت پر عمل ہو۔

۷۔ مشترک امور کیلئے وفاقی مجلس شوریٰ ہو جس میں مشترک امور باہمی مشورہ سے طے کئے جائیں۔

۸۔ عربی زبان کو مشترک وفاقی زبان قرار دیا جائے۔

حل مشکلات عالم اسلام کا چوتھا اصول | اعدادِ قوت ——— اللہ کا ارشاد ہے: واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم۔ "تم سے جسقدر ہو سکے دشمن کیلئے سامان قوۃ مہیا کرو اور عمدہ گھوڑے بھی اور یہ سامان اسقدر ہو کہ دشمن اس سے مرعوب ہو کر مقابلہ کی جرأت نہ کر سکے۔ اس میں اعدوا امر کا صیغہ ہے جسکا ظاہر وجوب ہے یعنی

آلات حرب وصنعت | مسلمانوں پر اسباب قوۃ کا مہیا کرنا واجب ہے قوت عالمگیر لفظ ہے جس میں ہر قسم کا سامانِ حرب ہائیڈروجن بم تک داخل ہے اور یہی راز ہے کہ قرآن نے اپنے نزول کے زمانے کے ہتھیاروں یعنی تلوار، تیر، نیزہ کا نام نہیں لیا کہ سامانِ جنگ بدلتا رہتا ہے۔ اور خدا کو معلوم تھا کہ آئندہ ترقی یافتہ آلات حرب پیدا ہوں گے اس لئے ایسا لفظ قرآن نے استعمال کیا کہ قیامت تک جسقدر آلات حرب ایجاد ہوں سب اس میں داخل ہو سکیں۔ گھوڑا اس وقت ٹینک کے قائم مقام تھا اس لئے اسکا خصوصی ذکر کیا۔ جنگی ضرورتوں کے لئے صرف سامانِ جنگ کافی نہیں، فوج کا لباس پوشاک خیمے وغیرہ ضروریات کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لئے قوت میں کپڑے کے کارخانے اور بوٹ گورگابی پیٹی وغیرہ بنانے کے کارخانے بھی داخل ہیں۔ کہ وہ بھی جنگ میں سامان قوت ہے اسی طرح بحری بیڑہ، ہوائی جہاز یہ سب لفظ قوت

میں داخل ہیں۔

زراعت | فوج کیلئے اور عوام کیلئے غذائی مواد اور خوراک بھی ضرورت ہے اس لئے زراعت کی ترقی بھی داخل قوت ہے۔

صحت | جنگ میں لشکر کے افراد زخمی اور بیمار بھی ہوتے ہیں اس لئے ہسپتالوں اور دواؤں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ بھی سامان قوت ہے۔ اس لئے محکمۂ صحت کی ضروریات بھی اس حکم خداوندی میں داخل ہیں۔

مواصلات | جنگ میں سامان کی نقل و حمل کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے بغیر دشمن کے خلاف قوت نہیں پیدا ہو سکتی لہٰذا مواصلات کے محکمے سے متعلق تمام اشیاء کی فراہمی بھی اس حکم خداوندی میں داخل ہے کہ وہ بھی اسباب قوت ہے۔ پھر ان تمام اسباب کا مہیا کرنا کتنی مقدار میں از روئے قرآن واجب ہے۔ لفظ مااستطعتم اور ترهبون سے مفہوم ہوتا ہے کہ اپنی آخری طاقت کی حد تک جسقدر ہو سکے اور جسکا چرچا اس کہ دشمن پر ہیبت چھا جائے، اتنی مقدار میں واجب ہے۔

یہ عجیب معاملہ ہے کہ نماز روزہ حج زکوٰۃ جیسے ارکان اسلام کے متعلق یہ حکم نہیں آیا کہ تم پر اسقدر واجب ہے جسقدر تمہاری طاقت ہو بلکہ صرف پانچ نمازیں واجب ہیں۔ اگرچہ طاقت زیادہ کی ہو، روزہ سال میں ایک مہینہ ہے اگرچہ پورا سال روزہ رکھنے کی طاقت ہو اس طرح حج عمر میں ایک بار ہے اگرچہ ہر سال حج کی طاقت ہو، لیکن دشمن کے مقابلہ میں سامان قوت جس میں محکمۂ فوج محکمۂ زراعت محکمۂ صحت محکمۂ مواصلات کی تمام ضروریات داخل ہیں ان سب کو واجب قرار دیا گیا اور طاقت کی آخری حد تک اور لفظ قوت جس کے مقابلہ میں ضعف آتا ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام دشمنان اسلام کی مجموعی طاقت سے تمہاری قوت اور آلات حرب زائد ہونے چاہئیں۔ تاکہ ان کی نسبت تم قوی ہو سکو اور تم سے وہ مرعوب ہو جائیں۔ کیا جدید ترقیات میں کوئی ایک چیز بھی ایسی باقی رہ جاتی ہے جو اس ایک آیت کے مفہوم میں داخل نہ ہو پھر اندازہ لگاؤ کہ کیا قرآن اور اسلام ترقی کا مخالف ہے یا موید۔

الغرض یہ چند قرآنی اصول ہیں جن سے مسلمانوں کی تمام مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔ ۱۔ کفار پر اعتماد مت کرو۔ ۲۔ متحد ہو جاؤ۔ ۳۔ تم مسلمان آپس میں بھائی ہو جاؤ۔ ۴۔ دشمن کے پاس امن و جنگ کا جسقدر مادی سامان ہے مسلمانوں کا فرض ہے اس سے زیادہ تیار کرے۔ لیکن قرآن اس مادی

سامان کے علاوہ روحانی قوت جو اللہ کے متعلق سے حاصل ہوتی ہے اس پر بھی زور دیتا ہے۔

روحانی قوت اور قرآن | تاکہ طاعتِ خداوندی کے ذریعہ اللہ کا تعلق مستحکم کر دو تاکہ تم الٰہی قوت کو جذب کر دو اور اللہ کا فرشتہ تمہارے دلوں کو قوی اور تمہارے دشمنوں کے دلوں کو کمزور کر دے اور خدا کی پوری شاہنشاہیت تمہاری پشت پر ہو جو دشمن کی ہر تدبیر کو توڑ سکتی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم۔ "اگر خدا تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر تمہاری مدد چھوڑ دے تو کون ہے وہ جو تمہاری مدد کرے۔

امنِ عالم کیلئے ایک بڑا اصول معاہدات کی پابندی ہے: یا ایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود۔ اس کے علاوہ امنِ عالم کیلئے اداء امانت کا جذبہ بے حد ضروری ہے۔ ہر کمزور قوم کا بھی ایک امانت ہے۔ جسکا پورا کرنا اقوامِ عالم کا فرض ہے اور حکومت کا عہدہ بھی ایک امانت ہے، جو اس کے اہل اور مستحق کو دینا چاہیئے نہ کہ نااہل اور غیر مستحق کو اس میں قرابت سفارش ذاتی یا قومی مفاد کو دخل نہ دیا جائے۔

خلاصہ | امنِ عالم کے قرآنی اصول کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

۱۔ وحدتِ بشری اور احترامِ آدمیت کا یقین اور اس پر عمل کرنا۔

۲۔ شہادتِ حق اور اس پر عمل۔

۳۔ عالمی معاملات میں انصاف اور اس پر غیر جانبدارانہ عمل کرنا۔

۴۔ عالمی معاملات اور انفرادی معاملات دینی مسئولیت اور خالقِ کائنات کے آگے اپنی جوابدہی کا احساس۔

۵۔ نسل جغرافی وطنیت رنگ زبان کے تفرقوں کو مٹانا۔

۶۔ معاہدات کی پابندی پر عمل پیرا ہونا۔

۷۔ انسانی حقوق کو امانتِ الٰہی سمجھ کر اسکی ادائیگی بلا وکم وکاست پورا کرنا۔

کیا ان امور پر عمل کرنے کے بعد بھی کسی بدامنی کا اندیشہ باقی رہ سکتا ہے۔؟ ؎

آں کتاب زندہ قرآن حکیم — حکمت او لایزال است و قدیم
نسخۂ تکوین اسرارِ حیات — بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
نوعِ انسان را پیامِ آخرین — حامل او رحمۃ للعالمین

★